اِشتراکی رُوس میں مُسلمان

حاجی ایم ترکستانی

(۲)

مقامی کمیونسٹ پارٹی کی تنظیمات نے تمام کارخانوں، زراعتی فارموں، قہوہ خانوں اور اجتماعات کے دیگر مقامات پر خلافِ مذہب پراپیگنڈے کا پُورا پُورا التزام کیا ہے۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں، سوویٹ حکمران اسلام کو مٹانے کے لیے ابلاغِ عامہ کا ہر ممکن ذریعہ بڑی چابکدستی سے استعمال کر رہے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر صرف ایک ہی مقصد ہے کہ کسی طرح اسلام کا مکمّل قلع قمع کیا جائے۔ اشتراکی کسی ایسے مذہب کے وجود کو گوارا نہیں کر سکتے جو انسان کی بالادستی سے ماوراء ذاتِ خداوندی کی بالادستی کا علمبردار ہو۔ اشتراکیت ایک سیاسی مذہب کی حیثیت سے اپنے ماننے والوں کی پوُری زندگی پر تسلّط قائم کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ ریاستیں جو اس کے نفاذ کے درپے ہیں ان کا مزاج سراسر کُلّیت پسندانہ ہے اور وہ انسانوں کے دل و دماغ کو بھی اس کے نظریات کے مطابق منضبط کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اشتراکیت کے جاں نثاروں کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے استعماری اور توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے انسانوں کو بطور ہتھیار استعمال کر سکیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اشتراکی حکمران اس ذلیل پروپیگنڈے سے اپنے ناپاک مقاصد حاصل کر رہے ہیں؟ اب تک جو حالات و واقعات سامنے آئے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ یہ لوگ اپنے مقاصد میں کوئی زیادہ کامیاب نہیں ہوئے۔

اشتراکی رُوس کے مسلمان علاقوں میں سادہ لوح عوام ہی نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے ارکان بھی اسلام کے وفادار رہے ہیں۔ ازبک زبان کی ایک تازہ ترین تصنیف میں بھی اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے۔ فاضل مصنّف لکھتا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ پارٹی کے ارکان ابھی تک مذہبی فرائض اور رسومات بجالاتے ہیں۔ یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہے“۔

”ازبکستان کمیونسٹ کا اداریہ نویس لکھتا ہے کہ مذہبی لوگوں کی بھرپور سرگرمیوں کی وجہ سے شہریوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے مذہبی فرائض کی بجاآوری شروع کردی ہے۔ مقدس مقامات پر زائرین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ مذہبی تہواروں پہ لاتعداد جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ اس سے ملکی معیشت کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاوہ ازیں ہزاروں کارکن کام پر نہیں جاتے اور اس طرح مزدور قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہیں“۔

اشتراکی حکام کی زبانی مسلمانوں کی مذہبی استقامت کی شکایات روسی اخبارات اور کتب میں اکثر نظر آتی رہتی ہیں۔ قرغزستان کی کمیونسٹ پارٹی کے ایک سربراہ (K.I. KOJTSHUMANOV) نے اس ضمن میں ایک دلچسپ مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جس کا عنوان ہے ”قرغزستان میں ملحدانہ پروپیگنڈا کی چند خصوصیات“۔ اس میں اُس نے لکھا ہے کہ انقلابِ اکتوبر کے بعد فرونز کے موجودہ شہر پشپک میں چھ مساجد تھیں۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۲ء تک یہ بدستور قائم رہیں۔ خلافِ مذہب کارروائیوں کے ضمن میں انہیں بتدریج بند کردیا گیا، لیکن ۱۹۴۴ء میں فرونز کی پرانی مساجد دوبارہ کھل گئیں اور کئی نئی مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ صوبہ اُش کے ازجن علاقہ میں تیلیمن کے مقام پر پرانی مسجد کئی بار غیر قانونی طور پر کھول لی گئی، اور ہر مرتبہ (نام نہاد) مسلمانوں کی مرضی سے اُسے بند کردیا گیا۔ آخر کار ملحدانہ پروپیگنڈا کی شدت کے باعث یہ مسجد ہمیشہ کے لیے بند کردی گئی، حکام مطمئن ہوگئے اور معاملہ ہمیشہ کے لیے دفن سمجھ لیا گیا مگر پھر یہ خانۂ خدا نمازیوں کے لیے کھولنی پڑی۔

اس مقالہ نویس نے اپنے مقالے میں ایک اور دلچسپ حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ”الباشی“ علاقہ میں کوبیش کے مقام پر ساری مذہبی رسومات ملا ابراہیم سلوف کی اقتدا میں ادا کی جاتی ہیں درآنحالیکہ سرکاری طور پر اسے کوئی مذہبی تعلیم حاصل نہ تھی۔ نمازِ جنازہ پر اسے ۲۰ سے ۵۰ روبل تک مل جاتے تھے۔

مزید برآں یہی مصنف تسلیم کرتا ہے کہ مسلمان علاقوں میں کئی مقامات پر سرکاری طور پر کوئی امام مقرر نہیں (اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی غیر سرکاری ائمہ کرتے ہیں)۔ فاضل مصنف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ قرغزستان میں دو قسم کے ائمۂ دینِ حق کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ایک سرکاری ائمہ اور دوسرے غیر سرکاری

ائمہ جو مختلف علاقوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ مذہبی قائدین کی زیادہ تعداد ان غیر سرکاری ائمہ پر مشتمل ہے جو مساجد کے باہر تبلیغِ دین کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہی آئمہ عوام میں مذہبی پروپگنڈا اور مذہبی شعائر کے معاملے میں روسی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو دینِ اشتراکیت کا باغی بناتے ہیں۔ مقالے کے آخر میں مصنّف رقمطراز ہے کہ خدا کو ماننے والے ایسے راسخ العقیدہ لوگ بھی موجود ہیں جن کا ایمان غیر متزلزل ہے۔ روس میں ایک نہیں بلکہ متعدد ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اشتراکی خواہ کتنی ہی کوشش کریں عوام کے دل سے مذہب کو محو نہیں کیا جا سکتا اور ساری تدابیر کے باوجود اسلام کو روس سے ختم نہیں کیا جا سکا۔

وہاں کے مسلمان اسلامی طرزِ زندگی کو از سرِ نو اپنا رہے ہیں۔ اس حقیقت سے آگاہ ہو جانے کی وجہ سے ہی روسی حکومت نے ان اسلامی اداروں کو کسی نہ کسی صورت میں قائم رکھا ہے تاکہ روس مسلمانوں کی اسلامی سرگرمیوں اور ان کی معاشرتی زندگی پر اپنا تسلط قائم رکھ سکے۔ ان اسلامی اداروں کے قیام کا ایک اور مقصد دنیا کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا بھی ہے تاکہ وہ ایشیائی اور افریقی مسلمانوں پر واضح کر سکے کہ اشتراکی روس میں اسلام "آزاد" ہے۔ روسی حکمران اپنی اس "اسلام نوازی" کے ثبوت میں ان چند اداروں، سکولوں، مساجد جو واگذار کر دی گئی ہیں، کو پیش کرتے ہیں۔ سوویٹ یونین کے مقرر کردہ مفتی مسلم ممالک کو یہ باور کرانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں کہ اشتراکی نظامِ حکومت اسلام کے خلاف نہیں۔ اس سلسلے میں مفتی ضیاء الدین بابا خانوف جسے بیرونی دنیا مفتی ضیاء الدین خاں ابن احسان بابا خاں کے نام سے یاد کرتی ہے اور جو وسطی ایشیا اور قازقستان کے مسلمانوں کے لیے تاشقند کے مذہبی ادارے کے صدر ہیں، روسی حکومت کے لیے بڑے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ وہ بخارا کے مخصوص چغہ میں ملبوس روسی حجاج پارٹی کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ میں بھی اکثر نظر آتے ہیں، کبھی قاہرہ میں ایشیائی افریقی اتحاد کانفرنس میں روسی نمائندے کی حیثیت سے بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی روس کی سرپرستی میں سٹاک ہالم میں منعقد ہونے والی عالمی امن کونسل میں روس کی نمائندگی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اور کبھی دہلی اور جکارتہ میں روس کی خیر سگالی کے لیے تشریف لاتے ہیں وہ سوویٹ یونین کے یاہر امن کے "مرد مجاہد" اور انصاف کے علمبردار کا کردار ادا کرتے ہیں۔ بہرحال اشتراکیت کی اس طرح خدمت کرتے ہوئے وہ اسلام اور مسلمانوں کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے سکتے بلکہ انہیں فریب دینے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

روس اپنی خارجہ پالیسی میں ان چند نام نہاد اسلامی اداروں کی موجودگی سے کس طرح ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے، اس کا ہلکا سا اندازہ اس کانفرنس سے لگایا جاسکتا ہے جو اکتوبر ۱۹۷۰ء میں تاشقند میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں روس کی طرف سے مختلف مذاہب کے ایک سو نمائندے شریک ہوئے۔ باہر سے پچیس مختلف ممالک کے چالیس مسلم نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس کی تیاریاں مہینوں پہلے سے کی جا رہی تھیں۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء کو "تاس" نے اعلان کیا تھا کہ اس کانفرنس کا خاص مقصد عالمی امن کے قیام کے سلسلے میں مسلمانوں پر اسلام کی طرف سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے انہیں عہدہ برآ کرنا ہے۔ نیز یہ کہ دنیا کے بعض علاقوں خصوصاً جنوب مشرقی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ میں شہنشاہیت کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کے پیشِ نظر اسلامی دنیا کے اتحاد کو تقویت پہنچانا ہے۔ لیکن تاشقند میں جن امور پر بحث ہوئی ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قرآنی تعلیمات اور عوامی قوانین کے مطابق شہنشاہی اور نسلی خطرات کو روکنے کے لیے مسلم اتحاد کا قیام اور اس کا استحکام۔

۲۔ مشرقی عرب ممالک اور جنوب مشرقی ایشیا میں شاہی اثر و نفوذ کے خلاف جدوجہد کے متعلقہ مسائل۔

۳۔ موجودہ دور میں اسلام کے معاشرتی اصلاحی پہلو۔

اس کانفرنس میں حصہ لینے والوں اور خصوصاً روسی نمائندوں نے جو تقاریر کیں اور بین الاقوامی مسائل پر جو بحث کی اس میں روس کی خارجہ پالیسی کو بڑی شد و مد کے ساتھ سراہا گیا لیکن کسی نے بھی روسی مسلمانوں کی مظلومیت کی طرف اشارہ نہ کیا۔

مفتی بابا خانوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں تمام مسلمان ممالک اور مسلمان تنظیموں اور لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ امنِ عالم کی خاطر استعماری سازشوں کے خلاف جدوجہد میں اتحاد اور یک جہتی کا ثبوت دیں۔ بابا خانوف نے نہ تو روسی ریشہ دوانیوں کا کوئی ذکر کیا اور نہ اس کانفرنس کے معزز شرکاء کو ان واقعات سے آگاہ کیا جو تاشقند اور ازبکستان کے دیگر مقامات پر مئی ۱۹۶۹ء میں پیش آئے۔ روسی زبان میں شائع ہونے والے ہفت روزہ "پوسوف" نے اس امر کا انکشاف کیا کہ مئی کے وسط میں ازبکستان کے کئی مقامات پر ایسے اجتماعات اور عوامی مظاہرے شروع ہوئے جن میں "روسیو! ازبکستان سے نکل

جاؤ" کے نعرے بلند کیے گئے۔ ان مظاہروں نے ایسی خطرناک صورت اختیار کرلی کہ فوجی دستوں کو تاشقند بلانا پڑا۔ تاشقند اور دوسرے شہروں سے ایک سو پچاس افراد گرفتار کرلیے گئے۔ یہ گرفتار شدگان سب کے سب مسلمان تھے جو اپنے ملک کو خود مختار اور روسی نوآبادیاتی نظام کے چنگل سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ بابا خانوف اور کسی دوسرے ملازم امام کو مسلمانوں کے اس منصفانہ مطالبہ کی حمایت کی توفیق نصیب نہ ہوئی ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے آقا ان کی گردنیں مار دیتے۔

اشتراکی سلطنت سے باہر کے مسلمانوں پر اثر انداز ہونے کے لیے روسی حکومت مسلمان رہنماؤں اور مذہبی شخصیتوں کو اپنے ہاں بلاتی رہتی ہے۔ اسی خاطر اُس نے تاشقند، سمرقند اور بخارا کو نمائشی مقامات بنا رکھا ہے۔ اس طریقہ سے بعض اوقات اُسے اپنے مقاصد حاصل ہو بھی جاتے ہیں مثال کے طور پر ڈاکٹر عبدالفہام کا ذکر مناسب رہے گا جنہیں اپنے ڈھب پر لانے کے لیے روس کے دورے کی مسلسل دعوتیں دی جاتی رہیں۔ بالآخر انہوں نے یہ دعوت قبول کرلی۔ چنانچہ گذشتہ موسم گرما میں انہوں نے اشتراکی روس کا دورہ کیا۔ مصر کے معروف اخبار الاہرام کی اطلاع کے مطابق اس دورے سے پہلے روسی سفارت خانے کے افراد تین ہفتوں تک ہر روز الازہر میں آتے جاتے رہے تاکہ ڈاکٹر صاحب کے دورے کے لیے ضابطے کی دیگر کارروائیوں کو مکمل کیا جاسکے۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جانے والے ایک سابق وزیر فہمی ہویدی نے دورے کے بعد لکھا کہ "اس امر کا فیصلہ اہلِ مصر کے ہاتھ میں تھا کہ اس دورے میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کتنے دیگر افراد شریک ہوں اور کتنے عرصہ کے لیے وہاں قیام کریں۔ ان حالات سے ظاہر ہوگیا ہے کہ روسیوں نے اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق اپنا نظریہ تبدیل کرلیا ہے۔"

دوسری مثال عرب دنیا کے ایک معروف مذہبی رہنما شیخ محمد الاشمر کی ہے۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں جب وہ روس کے دورے سے واپس آئے تو انہوں نے دمشق میں یہ بیان دیا کہ "روسی حکومت نے اپنے ہاں کے مسلمانوں کو جو آزادی دے رکھی ہے۔ اس کی پوری طرح تعریف و توصیف کی جانی چاہیے۔ میری دلی خواہش ہے کہ میرے ملک شام میں بھی مسلمانوں کو وہی مقام حاصل ہو جائے جو انہیں روس میں حاصل ہے۔

اشتراکی حکومت سے باہر کے مسلمانوں پر اثر انداز ہونے کی ایک اور مثال پاکستان کے ایک

مذہبی گروہ کے رہنما مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کی ہے

روسی حکومت نے انہیں ۱۹۵۷ء میں دورۂ روس کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ تاشقند اور سمرقند میں مسلمانوں کو اپنے مذہب اور دینی شعائر پر عمل پیرا ہونے کی پوری آزادی ہے۔ مساجد قبرستان اور دوسرے مذہبی مقامات بھی مکمل طور پر آزاد ہیں۔

اس طرح کی اور بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو مسلمان ممالک کے یہ قائدین اور مذہبی رہنما روسی مسلمانوں کے مسائل اور اسلام کے متعلق روسی عزائم سے آگاہ نہیں یا پھر انہوں نے یہ بیانات صرف اپنی خارجہ پالیسی کے مخصوص مصالح کے پیشِ نظر دیئے۔ معاملہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ایسے بیان دینے والے حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ ایسے بیانات سے خود ان کے اپنے ممالک میں مارکسزم اور لینن ازم کے لیے راستے صاف ہوتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ روس کا دورہ کرنے والے بعض مذہبی رہنماؤں اور لیڈروں نے وہاں کے مسلمانوں کے مسائل کا بغور مطالعہ کیا۔ اور اسلام کے متعلق روسیوں کے طرزِ عمل کو بغور دیکھا۔ اس ضمن میں مذکورہ بالا پاکستانی وفد کے ارکان مولانا عبدالوہاب اور مولانا راغب احسن کے بیانات بڑے دلچسپ ہیں۔ انہوں نے بڑی شدومد کے ساتھ مولانا بدایونی کے بیان کی تردید کی اور روسی حکومت کے اس دعویٰ کو کہ روس میں اسلام کو مکمل آزادی حاصل ہے، بالکل غلط قرار دیا۔ مولانا عبدالوہاب نے پاکستان آبزرور میں لکھا کہ روسی مسلمان مذہبی عبادات ادا کرنے کی آزادی سے محروم ہیں۔ وہ اپنے جوانوں کو مذہبی تعلیم بھی نہیں دے سکتے اور ان کی ثقافت و تہذیب کا بڑے منظم طریقے سے خاتمہ کیا جارہا ہے۔

مولانا راغب احسن صاحب نے بین الاقوامی امور کے پاکستانی ادارے کے زیرِ اہتمام کراچی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پورے روس میں ایک بھی ایسا ابتدائی سکول نہیں جہاں اسلام کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی ہو۔ روسی مسلمانوں کو اس بات کی بھی اجازت نہیں کہ وہ مذہبی مسائل پر ابتدائی درسی کتب یا اسلام اور اس کی تہذیب و تاریخ سے متعلق، دوسری کتب شائع کرسکیں۔ روس میں ایک بھی مسجد یا مذہبی ادارہ ایسا نہیں ہے جو صحیح معنوں میں آزاد ہو۔ روسی مسلمانوں کو مساجد کی آمدنی پر بھی ایسا کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اسے اپنے طور پر دینی تعلیمات کی ترویج و اشاعت پر خرچ کرسکیں۔ روس

میں اسلام کے مبادیات کی تعلیم دینے کے قابل اساتذہ تک موجود نہیں ہیں۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ سوویٹ یونین کے اشتراکی حکمرانوں نے اسلام کے متعلق ہمیشہ دورخی پالیسی اختیار کی ہے۔ جب روسی حکومت کمزور تھی تو اشتراکی حکمرانوں نے عوام کو مذہبی آزادی کا یقین دلایا اور جب ان کی حکومت مضبوط ہو گئی تو انہوں نے اپنے سارے وعدے نظر انداز کر دیئے اور اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کیے۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اشتراکی روس میں موجودہ اسلامی اداروں کے ذریعے وہ مسلمانوں کی روحانی زندگی اور اسلامی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ان پر حکومت کو مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ روسی حکام اپنے پروپیگنڈے اور خارجہ پالیسی میں انہی اداروں کے بل پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سوویٹ یونین سے معاملہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ بات ضرور ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے۔ دنیائے اسلام کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کو روسی پروپیگنڈے کی اس خاص تکنیک کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے بعد ہی وہ کہیں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ اسلام کے خلاف روسی معاندانہ سرگرمیوں کا مؤثر تدارک کر سکیں اور دنیائے اسلام میں اتحاد و استحکام پیدا کر سکیں۔

اسلام کے نامور مجاہد سید قطب شہید علیہ الرحمہ کی ایمان افروز اور فکر انگیز کتاب

المستقبل لهذا الدين

کا اردو ترجمہ

اسلام کا روشن مستقبل

از: عبدالحمید صدیقی

کتاب بہترین۔ طباعت دیدہ زیب۔ سرورق سہ رنگا خوبصورت۔ کاغذ آفسٹ پیپر

قیمت: چار روپے

ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور